Al-Mīthāq*Research Journal of Islamic Theology*
ISSN: 2791-0989 P, 2791-0997 E
Volume 03, **Issue** 01, January-June 2024, **PP**: 201-215
Open Access at:https://almithaqjournal.org/

Article QR

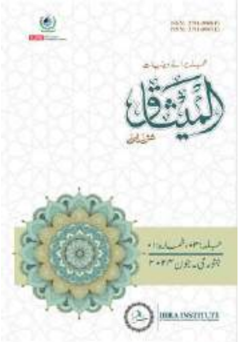

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اولیات اور اجتہادات کا تحقیقی جائزہ

A Research Review of the Early Initiatives and Juridical Opinions of ‘Umar ibn al-Khaṭṭāb (May Allah be pleased with him)

1. Hafiz Muhammad Farooq Rabbani mfarooqrabbani@gmail.com	*Visiting Lecturer, Government College University, Lahore.*
2. Dr. Muhammad Adnan Faisal adnan.faysal@outlook.com	*Senior Visiting Lecturer, Government College University, Lahore.*
3. Hafiz Abdul Khaliq abdulkhaliq000078@gmail.com	*Visiting Lecturer, Government College University, Lahore.*

How to Cite: Hafiz Muhammad Farooq Rabbani, Dr. Muhammad Adnan Faisal and Hafiz Abdul Khaliq. 2024: “A Research Review of the Early Initiatives and Juridical Opinions of ‘Umar ibn al-Khaṭṭāb (May Allah be pleased with him)”. *Al-Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (01): 201-215.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
12-06-2024	24-06-2024	30-06-2024

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

Conflict of Interest: Authors declared no conflict of interest

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اولیات اور اجتہادات کا تحقیقی جائزہ

A Research Review of the Early Initiatives and Juridical Opinions of ‘Umar ibn al-Khaṭṭāb (May Allah be pleased with him)

1. **Hafiz Muhammad Farooq Rabbani**
   Visiting Lecturer, Government College University, Lahore.
   mfarooqrabbani@gmail.com

2. **Dr. Muhammad Adnan Faisal**
   Senior Visiting Lecturer, Government College University, Lahore.
   adnan.faysal@outlook.com

3. **Hafiz Abdul Khaliq**
   Visiting Lecturer, Government College University, Lahore.
   abdulkhaliq000078@gmail.com

Abstract:

This research assistance investigates the significant impact of *Ḥaḍrat ʿUmar ibn al-Khaṭṭāb* (May Allah be pleased with him), also known as *Al-Fārūq*, on Islamic jurisprudence and governance through his innovative *Ijtihād* (independent reasoning) and pioneering initiatives. *ʿUmar's* reforms in political, economic, and financial domains were crucial in establishing the early Islamic state. Politically, he introduced the *Shūrā* (consultative council) and organized the state into provinces with appointed governors to ensure efficient administration. Economically, he founded the public treasury (*Bayt al-Māl*) to distribute wealth equitably and provide financial support to the needy, and implemented land reforms to enhance agricultural productivity. In the financial sphere, *ʿUmar* developed systematic tax policies, including the collection of *Zakāt* and *Jizyah*, to ensure a stable revenue stream and promote social justice, while also regulating markets to ensure fair trade practices. His administrative vision and legislative measures not only fortified the early Islamic state but also established enduring principles of governance rooted in justice, economic equity, and public welfare.

Keywords: *ʿUmar ibn al-Khaṭṭāb, Ijtihād, Initiatives, Legislative Measures, Governance.*

تعارف

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ 22 جمادی الاولیٰ سن 13 ہجری بعد از وفات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت کی مسند پر براجمان ہوئے۔[1] سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدت خلافت بعض روایات کے مطابق 10 سال چھ ماہ تک قائم رہی۔ تقریباً ساڑھے دس سال تک کے خلافت کا یہ دورانیہ صرف اسلام نہیں بلکہ تاریخ انسانی میں یہ اہم ترین مقام رکھتا ہے۔ سیدنا فاروق اعظم کی قائم کردہ ریاست رفاہی اور فلاحی ریاست کی جدید ترین صورت تھی۔ ریاست مدینہ جس کی بنیاد سرور کائنات ﷺ نے رکھی اپنی تمام تر فیوض و برکات کے لحاظ سے ایک مثالی ریاست تھی۔ پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں فتنہ ارتداد کو کچل کر ایک مضبوط ریاست کا اشارہ دیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق نے بوقت نزع اس ریاست کو پوری امانت اور دیانت کے ساتھ سیدنا فاروق اعظم کے سپرد کیا۔ سیدنا فاروق اعظم نے حقیقی معنوں میں اسے ایک مثالی ریاست کی صورت میں

بر قرار رکھا اور دوام بخشا۔ اس کی بنیادی وجہ سیدنا فاروق اعظم کے اجتہادات و اولیات تھے جنہوں نے ریاست کو مضبوط سہارا دیا۔

سیدنا فاروق اعظم کی اجتہادی بصیرت زندگی کے تمام شعبوں پر قائم تھی اور وہ ان میں پوشیدہ مصالح اور حکمتوں کو بہت خوب سمجھتے اوران پر مکمل گرفت رکھتے تھے۔ ایسا نہیں کہ آپ کے فیصلے اور اجتہادات کتاب و سنت کے خلاف ہیں بلکہ آپ کی اجتہادی دانشمندی کتاب و سنت ہی سے ماخوذ تھی۔ یہی آپ کا کمال تھا کہ آپ نے جدید تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے کتاب و سنت کو پورے سیاسی نظام پر قائم کیا اور ہر اصول کو ایک ضابطے کی شکل دی۔ سمجھ داری دانشمندی اور حسنِ انتظام کے حوالے سے آپ قبل از اسلام بھی بہت اہم مقام رکھتے تھے مگر بعد از اسلام رسول اکرم ﷺ کے مشیر کی حیثیت سے انہی کے زیر تربیت رہ کر وہ فقہی ملکہ بھی حاصل کر لیا جس کا اثر دورِ نبوت میں اور دورِ صدیقی میں اور پھر آپ کے اپنے دور حکومت میں اجتہادات اور اولیات کے ذریعے ظاہر ہوا۔ انہی اجتہادات اور اولیات نے آپ کو اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ دنیا کے جتنے بھی نظام حکومت تھے ان سب میں بہترین نظامِ حکومت قائم کیا۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اولیات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1. سیاسی
2. انتظامی
3. معاشی

سیاسی اولیات و اجتہادات

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتدا ہی سے انتہائی زیرک اور دانشمند فیصلہ ساز انسان تھے۔ قبل از اسلام اور بعد از اسلام آپ کی فیصلہ سازی بہت مشہور تھی۔ چونکہ آپ نے اپنی زندگی میں تجارت کے پیشے کو اختیار کیا تھا اور اس پیشے سے وابستہ انسان کے لیے ذہنی طور پر فہم و زکاوت کی انتہائی ضرورت ہوتی ہے۔ عرب میں تجارت کا سلسلہ بھی دوسرے ممالک سے منسلک تھا تو عموماً ان لوگوں کے سپرد مال کیا جاتا جو سمجھدار ہوں اور قابل ذکر منافع لا سکیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارت سے وابستگی اور لوگوں سے میل جول ہونے کی وجہ سے انتہائی سمجھدار اور دانشمند انسان تھے۔ آپ بعد از اسلام رسول اکرم ﷺ کے زیر تربیت رہے اور اس دوران بھی آپ نے بہت سارے ایسے مشورے دیے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان پر عمل کیا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسی کے مطابق فیصلوں کو نازل فرمایا۔ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صدیق اکبر کی خلافت کے دوران بھی بہت سارے آپ کے مشورے درست ثابت ہوئے۔ اسی طرح آپ کی خلافت آپ کے اجتہادات اور اولیات کا مظہر رہی۔ ذیل میں سیاسی حوالے سے اولیات و اجتہادات کو بیان کیا جاتا ہے۔

اعلیٰ عہدیدار کی معزولی

سیاست کے باب میں آپ نے خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلے جو عملی اجتہاد فرمایا وہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معزولی تھی۔ آپ نے انہیں سپہ سالاری سے معزول کر کے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنایا جس بنا پر انہیں "امیر الامراء" کا لقب ملا۔[2] بظاہر اس عمل سے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ حضرت عمر بن خطاب نے خالد بن ولید کو معزول کر کے غلط کیا ایسا شخص کہ جو قبل از اسلام سپہ سالاری میں مشہور و معروف تھا اور بعد از اسلام بھی کئی لشکروں کی قیادت کی اور ہر لشکر میں فتح یاب ہوئے ایک دم دوران جنگ انہیں قیادت سے ہٹا کر ان کی جگہ پر دوسرے شخص کو امیر لشکر بنا دینا بظاہر نقصان دہ عمل معلوم ہوتا ہے اور ایسے ہی موقعوں پر دشمن ان چیزوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے۔ لیکن بعد میں آپ کی یہ بصیرت سامنے آئی اور اس اجتہاد کے

مفید اثرات سامنے آئے۔ اس سے براہ راست دو فوائد حاصل ہوئے:

- اس بات کا اعلان کہ اسلام افراد کا محتاج نہیں بلکہ افرادی طاقت کے بجائے اللہ پر مکمل توکل اور اعتماد قائم رہنا چاہیے۔ مسلسل فتوحات کی وجہ سے کہیں لوگ حضرت خالد بن ولید پر ہی بھروسہ نہ کرنے لگ جائیں کہ انہی کی وجہ سے فتح ملتی ہے۔ اس کے ذریعے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ لوگ افراد کی بجائے اللہ کی طرف متوجہ ہوئے۔
- دوسرا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ چونکہ آغاز خلافت تھا اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں کچھ فتنوں نے سر اٹھایا لیکن انہیں کچل دیا گیا اور اب دوبارہ ایسی کسی صورتحال کا سامنا ہو سکتا تھا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس عمل سے ریاست کے طاقتور ہونے اور ریاست کے حکمران کے طاقتور ہونے کی طرف اشارہ دیا اور یہ اثر ان کے خلافت کے آخر تک قائم رہا۔

سیدنا فاروق اعظم کی اجتہادی دانشمندی اور صلاحیت یہ تھی کہ جس کام کو درست سمجھتے اُسے کر گزرتے اور بلا خوف و خطر کسی کی پرواہ کیے بغیر اس عمل کو سرانجام دیتے تھے۔ اپنے اس اقدام پر خود فرماتے تھے کہ اللہ ایسا نہیں کہ وہ مجھے کوئی بات سمجھائے جس بارے میں ابو بکر کو تو میں کہوں لیکن اسے خود نافذ نہ کر سکوں۔[3] اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ خالد بن ولید کی برطرفی سے متعلق سیدنا فاروق اعظم نے حضرت ابو بکر صدیق سے بھی بات کی ہو گی لیکن انتظامی مسئلہ اور حالات کی خرابی پیش نظر رکھتے ہوئے سیدنا صدیق اکبر نے انہیں معزول نہیں کیا۔ لیکن جب اپنا دورِ حکومت آیا تو بروقت ایسے معاملے کو سرانجام دے کر اس سے کئی فوائد حاصل کیے۔ حالات حاضرہ کو سمجھنا، اس کے تقاضوں کے مطابق احکام دینا اور انہیں نافذ العمل بنانا ایک حکمران کے لیے کسی امتحان سے کم نہیں ہوتا اور امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر پورا اترے۔

امیر المومنین لقب اختیار کرنا

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوسرا سیاسی اجتہاد یہ تھا کہ آپ نے اپنے لیے بطور سربراہ ریاست لقب امیر المومنین اختیار کیا اور تمام تر سرکاری خطوط، فرامین، خطبات اور تمام سرکاری وغیر سرکاری محافل میں اس لقب کا استعمال کیا گیا۔ اس کثرت استعمال کی بنا پر ہر شخص کی زبان پر یہ لقب آ گیا۔ اس جملے میں اختصار، مرکزیت، مقصدیت، تشخص اور تقدس بھی موجود ہے اور دوسری طرف حکمران کے ساتھ الفت اور محبت کا سبب بھی معلوم ہوتا ہے۔

اس لفظ کے حوالے سے مختلف اقوال سامنے آتے ہیں۔ مثلاً عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عراق اور اہل عراق کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے دو اشخاص کو بلایا جن کا نام لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم تھا۔ یہ دونوں مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے خلیفہ دوم کے بارے میں پوچھتے اور یہ جملہ کہتے کہ ہمیں امیر المومنین کی خدمت میں پیش فرمادیں۔ عمرو بن عاص کو یہ لفظ بہت پسند آیا اور آپ فوراً فاروق اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: "السلام علیک یا امیر المومنین" حضرت عمر نے اس پر سوال کیا کہ یہ لفظ آپ کو کہاں سے معلوم ہوا؟ تو عمرو بن عاص نے سارا واقعہ سنایا اور کہا کہ آپ امیر ہیں اور ہم مومنین ہیں سو اس دن سے یہ لکھا جانے لگا۔

> ان عمربن الخطاب کتب الی عامل العراق بان یبعث الیه رجلین جلدین یسالهما عن العراق واهله، فبعث عامل العراق بلبیدبن ربیعة وعدی بن حاتم فلماقدما المدینة اناخاراحلتیهما بفنائ المسجد۔ثم دخلا المسجد فاذا هما بعمروبن العاص فقالا استاذن لنا یاعمروعلی امیر المومنین۔

فقال عمرو:انتما واللہ اصبتما اسمہ ھو الامیر ونحن المومنون۔ [4]

عمر بن خطاب نے عراق کے عامل کو خط لکھا کہ وہ دو زیرک آدمیوں کو ان کے پاس بھیجیں جن سے عراق اور اہلِ عراق کے بارے میں پوچھ سکیں۔ عامل نے لبید بن ربیعۃ اور عدی بن حاتم کو بھیجا۔ مدینہ پہنچ کر انہوں نے مسجد نبوی کے صحن میں اپنی سواریاں باندھیں مسجد میں داخل ہوئے تو عمرو بن العاص کو دیکھا اور امیر المومنین کے پاس پیش کرنے کے لیے کہا۔ انہوں نے ان کی تصویب فرمائی کہ واقعی وہ امیر اور ہم مومنین ہیں۔

بعد ازاں عمرو بن العاص نے جب آپ نے سامنے یہی لقب ذکر فرمایا اور ساری صورتحال بتائی تو آپ نے بھی اس کی تائید فرمائی۔ اس لقب کو اختیار کرنے میں جو چیز مد نظر رکھی گئی وہ یہ کہ گفتگو کو مختصر اور اصل مدعا میں رہنا چاہیے جو فصاحت و بلاغت کے زیادہ قریب ہے تاکہ عام آدمی سادگی سے اپنی بات کر سکے اور تصنع اور بناوٹ سے بنے ہوئے جملوں سے گریز کیا جا سکے۔ دوسری جانب ریاستی امور میں ایسا لقب ہونا چاہیے تھا جو رعب اور دبدبہ رکھتا ہو جیسے دیگر سربراہان ریاست کی طرح ایک مکمل اور مختصر نام ہو تا تاکہ خطوط اور سرکاری احکام کا اصل مقصد ریاست کی ہیبت کو قائم رکھنا تھا جو کہ اس لقب سے معلوم ہوتا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجتہادی بصیرت اور دانشمندی نے اس کو بھی اولیات میں شامل کر دیا۔

ہجری تقویم کا اغاز

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اہم ترین سیاسی اجتہاد اور اولیات کے باب میں ایک اہم ترین کارنامہ سن ہجری کا آغاز ہے جس کا سبب اور محرک یہ تھا یہ ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے ایک مشکل کا ذکر کیا کہ ہمارے پاس امیر المومنین کے مراسلات و خطوط آتے ہیں جن پر تاریخ درج نہیں ہوتی۔ معلوم نہیں ہوتا کہ کس پر عمل کرنا ہے اور کس پر نہیں۔

كتب أبوموسى إلى عمر:إنه يأتينامن قبلك كتب ليس لهاتاريخ فأرخ، فاستشارعمرفي ذلك، فقال بعضهم:أرخ لمبعث رسول اللهﷺ،وقال بعضهم لوفاته، فقال عمر: لا بل نؤرخ لمهاجره فإن مهاجره فرق بين الحق والباطل.[5]

ابو موسیٰ اشعری نے عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ آپ کی جانب سے ہمارے پاس خطوط آتے ہیں جن پر تاریخ نہیں ہوتی تو آپ تاریخ جاری فرمائیں۔ آپ نے مشورہ کیا تو بعض نے آپ ﷺ کی بعثت سے بعض نے آپ ﷺ کی وفات سے تاریخ کے اجراء کا مشورہ دیا لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم ہجرت مدینہ سے تاریخ جاری کریں گے کیونکہ اس سے حق و باطل میں فرق ہو گیا تھا۔

دوسری روایت کے مطابق یمن کے گورنر آئے اور کہا کہ اہل یمن کے ہاں تاریخ ماہ و سن کا سلسلہ ہے، جس پر آپ نے اس کو اچھا کہا اور اس کے بعد اس سلسلے کا آغاز کیا۔[6] اسی طرح اور بھی کئی واقعات پیش آئے جن میں قرض اور اموال کی تقسیم وغیرہ شامل تھے لیکن اس کے بارے میں معلوم نہیں تھا یہ پہلے تھے یا بعد میں آنے والے دنوں میں ہیں۔ تو اس پر آپ نے مہاجرین اور انصار کو جمع کیا اور باہم مشورہ کیا اور اس سلسلے میں مختلف آراء سامنے آئیں۔ کسی نے رومی تاریخ کا ذکر کیا، کسی نے فارسی تاریخ کا ذکر کیا، لیکن ان تاریخوں کے مسائل یہ تھے کہ وہ ہر بادشاہ کے ساتھ بدل جاتے تھے۔ بحث و تمحیص کے ساتھ اس سلسلے کو دیکھا گیا۔ اس میں کئی چیزیں تھی جن میں سے سب سے پہلے تو سال پر اتفاق ہوا کہ اس کا آغاز ہجرت سے کیا جائے گا اور پھر اس کے بعد مہینے کا تھا کہ کس مہینے سے اس کا آغاز ہو گا تو اس میں بھی مختلف اقوال تھے تو پھر محرم الحرام پر سب کا اتفاق ہوا۔[7] سن ہجری کے آغاز کے لیے مسلسل

مشاورت اور مختلف آراء کو سننے کے بعد آپ کا فیصلہ فرمانا اور ہجرت سے اس کا اغاز کروانا آپ کی اجتہادی بصیرت کو ظاہر کرتا ہے۔

سن ہجری کے آغاز میں پوشیدہ حکمت یہ تھی کہ مسلمانوں کو مکہ میں مسلسل مشرکین کے ہاتھوں مظالم کو برداشت کرنا پڑرہا تھا۔ اپنے دین کو بچانے کی خاطر جان ومال اوراپنی ہر چیز کی قربانی دی اور صرف اللہ کی خاطر اپنے گھر بار، عزیز رشتہ داروں کو چھوڑا۔ اس ہجرت کے ذریعے باہمی اخوت ومحبت کا جو مظہر انصار مدینہ نے مواخات کی صورت میں مہاجرین کو قبول کر کے پیش کیا دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہجرت کے بعد اسلام اور اہلِ اسلام کے عروج اور کمال کا دور شروع ہوتا ہے لہٰذا تاریخ وتقویم کے لیے اسے نقطہ آغاز قرار دیا گیا۔

اخراجِ یہود

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اہم اجتہادی فیصلہ یہود کو مدینہ منورہ سے نکالنا تھا۔ درحقیقت یہ فیصلہ تربیت اور مزاجِ نبوی ﷺ کی عکاسی تھی۔ یہود نے ہر موقع پر اہل اسلام کو پریشان کیا تھا اور آپ ﷺ کو ہر موقع پر تکلیف دی جس بنا پر آپ ﷺ نے آخری وقت میں یہ خواہش ظاہر کی تھی جو دوسرے الفاظ میں گویا بعد میں آنے والوں کے لیے نصیحت تھی کہ:

لئن عشت ان شاءاللہ لاخرجن الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب۔[8]

اگر میں زندہ رہا تو ان شاء اللہ جزیرہ عرب سے یہود ونصاریٰ کو ضرور نکالوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر ارشاد فرمایا:

فَلَا أَتْرُكُ فِيهَا إِلَّا مُسْلِمًا۔[9]

میں نے اس میں مسلمانوں کے سوا کسی کو نہیں چھوڑا۔

آپ ﷺ ان کی فتنہ پردازیوں اور ریشہ دوانیوں سے خوب واقف تھے۔ اس بناء پر انہیں مدینۃ منورۃ سے نکالنے کا حکم دیا لیکن سیاسی طور پر عدم استحکام اور آغازِ اسلام ہونے کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ اور پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عمل کو سرانجام نہ دے سکے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں سیاسی طور پر استحکام قائم اور ریاست مکمل طور پر کامیاب تھی۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کی اس نصیحت کو مد نظر رکھتے ہوئے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہود کو مدینہ سے نکلنے کا حکم دیا۔ عصر حاضر کے تقاضوں کو سمجھنے میں سیدنا فاروق اعظم کا کوئی ثانی نہیں۔ موجودہ زمانے میں یہود کی حرکات کو دیکھ کر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل کی بصیرت اور دانش مندی بخوبی سمجھی جاسکتی ہے۔

انتخابی شوریٰ کا تقرر

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آخری بار حج کے لیے تشریف لے گئے تو اس موقع پر خلافت سے متعلق کچھ لوگوں کی باتیں سنی کہ عمر کے بعد ہم فلاں کی بیعت کریں گے۔ جس پر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت پریشان ہوئے۔ دوسری جانب سقیفہ بنی ساعدہ کا منظر بھی آپ کے سامنے تھا کہ کن حالات میں اور کس طرح ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعتِ خلافت ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ نے دوران حج ہی اعلان کرنے کا فیصلہ کیا کہ انتخاب امیر کیسے ہو گا؟

عن ابن عباس،قال:كنت اقرئ رجالامن المهاجرين منهم عبدالرحمن بن عوف،فبينماانافي منزله بمنى، وهوعندعمربن الخطاب في آخر حجة حجهاإذ رجع إلي عبد الرحمن، فقال لو رايت رجلااتى اميرالمؤمنين اليوم،فقال ياامیرالمؤمنين:هل لك في فلان يقول:لوقدمات عمرلقد بايعت فلانا،فوالله

ماكانت بيعةابي بكرإلافلتةفتمت،فغضب عمرثم قال:إني إن شاءالله لقائم العشيةفي الناس فمحذرهم هؤلاءالذين يريدون ان يغصبوهم امورهم،قال عبد الرحمن فقلت ياامير المؤمنين: لا تفعل فإن الموسم يجمع رعاع الناس وغوغاءهم،فإنهم هم الذين يغلبون على قربك حين تقوم في الناس،واناأخشى ان تقوم فتقول مقالةيطيرهاعنك كل مطير،وان لايعوها،وان لايضعوهاعلى مواضعها،فامهل حتى تقدم المدينة،فإنهادارالهجرةوالسنة،فتخلص باهل الفقه،واشراف الناس، فتقول ما قلت متمكنا،فيعي اهل العلم مقالتك،ويضعونهاعلى مواضعها،فقال عمر: اماوالله إن شاءالله لاقومن بذلك اول مقام اقومه بالمدينة۔[10]

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اکثر مہاجرین کو قرآن پڑھایا کرتا تھا جن میں سے ایک ابن عوف بھی تھے۔ منیٰ میں میں ان کے مکان پر تھا جبکہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے آخری حج پر ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا کہ کاش تم اس شخص کو دیکھتے جو آج امیر المومنین کے پاس آکر کہتا کہ اے امیر المومنین! کیا آپ فلاں سے تفتیش کریں گے جو کہتا ہے کہ عمر کے بعد میں فلاں کی بیعت کروں گا۔ اس پر آپ کو بہت غصہ آیا اور کہا کہ میں شام میں ان سے بات کروں گا اور ان لوگوں سے خبردار کروں گا جو زبردستی ریاست کے معاملات میں دخل اندازی کرتے ہیں۔ ابن عوف نے کہا کہ ایسا نہ کیجیے کیونکہ حج کا موسم اور ہر طرح کے لوگ جمع ہیں۔ ڈر ہے کہ کہیں اس کے غلط مطلب نہ لے لیے جائیں اور تشہیر کر دیں۔ اس لیے مدینہ پہنچنے تک انتظار کر لیں کہ وہاں علم والے اور سمجھ دار لوگ جمع ہوں گے۔ چنانچہ آپ نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور کہا کہ مدینہ پہنچتے ہی میں اس معاملے پر بات کروں گا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے کے پیش نظر اور معاصر ضرورت کے مطابق ایک ایسا فیصلہ فرمایا جو آپ کی طاقتور ریاست اور مقتدر حکمران کی حیثیت سے لازوال نمونہ تھا۔ مدینہ منورہ تشریف لا کر آپ نے زندگی کا آخری خطبہ "خطبہ خلافت" ارشاد فرمایا۔ آپ کے سامنے دو طرزِ انتخاب موجود تھے۔ ایک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اور دوسرا آپ کا بطور حکمران انتخاب تھا۔ جو صورتحال آپ کے سامنے آئی اس بنا پر مذکورہ بالا دونوں انتخاب پر عمل اس طرح ممکن نہیں تھا جیسے تب عمل ہوا تھا۔ جبکہ دوسری جانب آپ کے سامنے عوام الناس کی زبانوں سے نکلنے والے وہ جملے بھی تھے کہ عمر کے بعد فلاں کی بیعت کریں گے۔ اس تمام تر صورتحال کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ کی دانشمندی اور اجتہادی فیصلے نے ایسا اثر مرتب کیا کہ آپ کی وفات کے بعد وہی زبانیں جو آپ کی زندگی میں اس پر گفتگو کر رہی تھیں آپ کے فیصلے سے اختلاف کی جرات نہ کر سکیں۔ یہ آپ کا آخری فیصلہ تھا۔ اپنے بعد خلیفہ کے تقرر کے لیے چھ افراد پر مشتمل کمیٹی بنائی کہ وہ اپنے میں سے کسی ایک شخص کا انتخاب کر کے ریاست کے حکمران کے طور پر اسے منتخب کر لے۔ دوسرے لفظوں میں یہ حکومتی وسیاسی شوریٰ کا ابتدائی تصور تھا جو آپ نے دیا اور آج تک یہ کسی نہ کسی شکل میں ہر نظام حکومت وسیاست میں نظر آتا ہے۔

انتظامی اولیات واجتہادات

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مایہ ناز، مدبر، کامیاب منتظم اور طاقتور حکمران تھے۔ ایک وسیع وعریض سلطنت میں انتظامی طور پر انتہائی کامیابی وکامرانی سے حکومت کی۔ جیسے جیسے مسائل پیش آتے اہل علم سے مشورہ کرتے، اجتہادی بصیرت استعمال کرتے اور عصر حاضر کے مسائل اور ضروریات کا تدارک فرماتے تھے۔ کسی بھی مسئلے کے حل میں مکمل اطمینان اور یکسوئی حاصل نہ کر

پاتے تب تک اس بارے میں کوئی فیصلہ صادر نہ فرماتے۔

انتظامی طور پر آپ کی اجتہادی بصیرت آپ کی اولیات میں خوب نظر آتی ہے۔ وہ تمام امور جو ایک منتظم کی حیثیت سے ریاست اور رعایا کی ضرورت تھے ان کا باقاعدہ آغاز ایک مشکل ترین مرحلہ ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے اثرات ہمیشہ قائم رہتے ہیں تو ایسے کاموں کا آغاز ہمیشہ مکمل سوچ و فکر اور اطمینان مانگتا جبکہ جلد بازی نقصان کا سبب بنتی ہے۔ عہدِ خلافت راشدہ کو دیکھا جائے تو انتظام و انصرام کے حوالے سے کامیاب ترین دور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظر آتا ہے۔ آپ انتظامی عمل کو بحیثیت حکمران ایک فریضہ و ذمہ داری سمجھتے ہوئے ادا فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رعایا سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

> وان احاق ماتعهدالراعی من رعیته تعهدهم بالذی لله علیهم فی وظائف دینهم الذی هداهم الله له وانما علینا ان نامرکم بماامرکم الله به من طاعته وان ننهاکم عما نهاکم الله عنه من معصیته وان نقیم امرالله فی قریب الناس وبعیدهم ولانبالی علی من کان الحق۔[11]
>
> نگران کو رعایا کے حوالے سے زیادہ اہتمام دینی اعمال میں کرنا چاہیے جو اللہ کا حق ہے اور اس کی رہنمائی کی گئی ہے۔ ہماری ذمہ داری محض یہ ہے کہ تمہیں اللہ کی فرمانبرداری کا حکم دیں جس کا اللہ نے حکم دیا، اس کی نافرمانی سے منع کریں جس سے منع کیا گیا۔ ہمارا فرض ہے کہ دور نزدیک کے تمام لوگوں پر اللہ کا امر نافذ کریں اور حق کے معاملے میں کسی کی پرواہ نہ کریں۔

انتظامِ ریاست کے حوالے سے سیدنا فاروق اعظم نے ہر اس عمل کی تائید اور کرنے کی کوشش کی جس میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ عوام کی فلاح و بہبود شامل ہو۔ آپ کی اجتہادی بصیرت کا کمال تھا کہ آپ نے ان امور کو سرانجام دیا جو آپ سے قبل کسی اور کے حصے میں نہ آئے۔ ملک کی دفاعی و انتظامی ضروریات کے لیے نئے شہروں کو بسایا، افواج کی باقاعدہ تنظیم و تربیت کی، محاکم و دفاتر کا قیام عمل میں لائے، وظائف کے نظام کو قائم کیا، زمینوں کی پیمائش کروائی، براہ راست آگاہی کے لیے حکمرانوں کے گشت کا عمل مقرر کیا، صوبوں کے گورنرز کی شکایات سننا اور ازالہ کرنا، حج کے موقع پر ان کی حاضری کو ضروری قرار دیا، کھلی کچہری کے سلسلے کا آغاز کیا، سزاؤں کے سلسلے میں جلاوطنی اور سولی کا نظام بنایا، زرعی ترقی کے لیے نہری نظام قائم کیا، حجاج کے لیے حرم مکی و نبوی میں توسیع شروع کی، ضروری اشیاء کی حفاظت کے لیے گودام قائم کرنے کا سلسلہ شروع کیا، تجارتی ٹیکس اور عشور کو نافذ کیا گیا، نئے شہروں کی آبادکاری، بحری راستوں سے غلہ منگوانا، مساجد میں سرکاری قندیلوں کا اہتمام سب آپ کے دورِ خلافت کی سنہری مثالیں ہیں۔[12] آپ کے ان اقدامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے حکومتی انتظامی اور آئینی ڈھانچہ کے لیے قانونی راستوں کو وضع کرنے کے بجائے عملی طور پر اجتہادی فہم اور تربیت نبوی ﷺ کا بھرپور استعمال کیا جس بنا پر ریاست میں فتوحات اور ترقی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا اور پوری امت اس سے مستفید ہوئی۔ عصر حاضر میں سیاسی اور انتظامی ترقی کے لیے انہی خطوط پر قائم ریاست ہی ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتی ہے۔

انتظامی معاملات میں آپ ہمیشہ شریعت پر عمل کے قائل رہے۔ اسی بنا پر آپ کے انتظامی فیصلے اجماعی حیثیت رکھتے ہیں جس میں صحابہ کی آراء کو سن کر آپ فیصلہ فرماتے۔ کہا جاتا ہے کہ احکام و اجتہاد میں آپ سب سے زیادہ مشورہ کیا کرتے تھے۔[13] مشاورت میں آپ کی ترتیب یہ تھی کہ سب سے پہلے اصحابِ بدر سے مشورہ کرتے، پھر انصار و مہاجرین سے اور بسا اوقات عوام الناس کو بھی مشاورت میں شامل کر لیتے۔ مسجد نبوی میں کھلے عام مشاورت فرماتے تاکہ ہر آدمی آپنی آزادانہ رائے دے سکے۔[14] آئندہ

سطور میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ان اجتہادات اور اولیات کو بیان کیا جاتا ہے جو مملکت کے انتظام وانصرام سے تعلق رکھتے ہیں۔

جدید عمارات کی تعمیر

فاروق اعظم کے زمانے میں قائم رومن اور فارس کی انتظامیہ اس حد تک تباہ تھی کہ ان سے ان کے اپنے بھی تنگ تھے۔ اس تنگی کا اظہار اس وقت ہوا جب یہ ریاستیں فتح ہوئیں اور اسلامی انتظامیہ کے تحت ان لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔ اسی بنیاد پر آپ کو جدید انتظامیہ کا بانی کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ آپ نے اسلامی فلسفے کے تحت پہلی بار نئے تصورات کا واضح ڈھانچہ پیش کیا جو بعد میں اسلامی مملکتوں کے لیے ایک سنگ میل ثابت ہوا۔ اسلام کے اس پہلو نے یورپ اور دیگر ریاستوں کو آج تک متاثر رکھا۔ سیدنا فاروق اعظم نے معاشرے کی بڑھتی ہوئی اجتماعی ضروریات کے لیے مختلف عمارات کی تعمیر کی جس سے نہ صرف عوام کو جدید سہولیات میسر آئیں بلکہ انتظامی معاملات کو سنبھالنے میں بھی بہت مدد حاصل ہوئی۔ جدید تعمیرات میں:

- بعض عمارات مذہبی نوعیت کی تھیں جیسے مساجد وغیرہ جو فکری، تعلیمی، تربیتی اور ثقافتی مراکز کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ان کی تعداد خلافت فاروقی میں 4 ہزار کے قریب تھی۔
- دوسری دفاعی نوعیت کی عمارتیں تھیں جو علاقوں کی حفاظت اور امن وامان کے قیام میں اہم کردار ادا کرتی تھیں۔ ان میں قلعے اور چھاؤنیاں وغیرہ شامل تھیں۔
- تیسری سول اور سرکاری نوعیت کی تھی جن میں انتظامی نوعیت کے کام نمٹائے جاتے تھے۔ ان کی نوعیت سیکٹریٹ کی تھی۔ انہیں "دارالامارۃ" بھی کہا جاتا تھا۔ ان میں صوبہ جات کے حکام قیام کرتے اور دفتری امور سرانجام دیتے۔
- چوتھی قسم دیوان کی تھی جن میں مختلف رجسٹر اور کاغذات ہوا کرتے تھے۔ اس میں فوج، عوام کی تفصیلات، سرکاری وظائف اور مراعات کا ذکر ہوتا تھا۔
- پانچویں قید خانے تھے جو پہلی بار تعمیر ہوئے تھے۔
- چھٹی قسم میں بیت المال کی عمارتیں تھی۔
- ساتویں قسم مہمان خانوں کی تھی جن کا مقصد مسافروں کو سہولت پہنچانا اور سفری مشکلات وآزمائش سے بچانا تھا۔[15]

نئے شہروں کی آبادکاری

سیدنا فاروق اعظم کے اولیات میں ایک اہم کام نئے شہروں کی آبادکاری ہے۔ اس کے لیے آپ نے باقاعدہ منصوبہ بندی کی جو آپ کے فہم وذکاوت کی انتہائی اہم مثال ہے۔ جدید خطوط پر شہر بسائے گئے جن میں کوفہ، بصرہ، فسطاط وغیرہ شامل ہیں۔ شہروں کے درمیان مساجد، سرکاری دفاتر، چاروں طرف کشادہ راستے اور آبادی کو مختلف بلاکس میں تقسیم کیا گیا کہ آب وہوا و دیگر ضروریات منظم انداز سے تقسیم ہو سکیں۔ سرحدی علاقوں میں دفاعی نقطہ نظر سے شہروں کی تعمیر وترقی کو سامنے رکھا گیا۔ یہی شہر بعد میں علمی اور ثقافتی مرکز بن کر سامنے آئے۔ کوفہ کی آبادکاری کے وقت آپ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہر کی آبادکاری سے متعلق انتہائی اہم ہدایات ارشاد فرمائیں:

> مسلمانوں کے لیے شہر بساؤ جہاں کمیونٹی سینٹر ہو۔ جس جگہ انتخاب کیا تھا وہاں کچھ مچھر زیادہ تھے تو سیدنا فاروق سے عرض کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ عربوں کی حالت اونٹ کی طرح ہے جو جگہ اونٹ کو راس نہیں آتی عربوں کو وہ جگہ راس نہیں آتی۔ اس کے علاوہ جگہ تلاش کرو مگر ان کے اور میرے درمیان سمندر حائل نہ ہو۔ مختلف

قبائل کے لیے الگ الگ قطعات کو خاص کیا گیا جو عرب کی تمدنی روایات کے عین مطابق تھا۔ اسی طرح بصرہ کو بھی حضرت عمر کے مشورے سے نہایت سرسبز وشاداب اور پر فضا مقام پر تعمیر کیا گیا۔[16]

سیدنا فاروق اعظم نے انتظامی بنیادوں کو سامنے رکھتے ہوئے شہروں کو ایسے مقام پر بسایا کہ آنے والے وقتوں میں وہ علمی اور ثقافتی مرکز بن کر سامنے آئے۔ اہل علم بکثرت یہاں موجود ہوتے تھے۔ جیسے کوفہ کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ سیدنا علی المرتضی نے اسے دارالخلافہ بنایا اور یہ اہل علم کا مرکز بھی رہا۔ اسی طرح بصرہ بھی علمی ثقافتی طور پر اپنی الگ شان رکھتا ہے۔ یہ سب سیدنا فاروق اعظم کی انتظامی پالیسیوں کے نمایاں شاہ کار ہیں۔

انتظامی اداروں کا قیام

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک طرف تو فتوحات کے ذریعے ریاست کو وسعت دے کر قیصر وکسریٰ کی سلطنتیں بھی اسلامی ریاست کے ساتھ ملا دیں دوسری طرف ایسا نظام حکومت قائم کیا کہ جتنے شعبوں کی ضرورت تھی آپ کی وفات تک سب وجود میں آ چکے تھے۔ انتظامی اداروں کو ترقی ملتی رہی اور نئے ادارے وجود میں آتے رہے جو معاشرے کی ضروریات کو پورا کرتے رہے اور نظام سلطنت میں آسانی پیدا ہوتی رہی۔ آپ نے جن انتظامی شعبہ جات کو قائم کیا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

- عدالت۔
- بیت المال۔
- محاصل۔
- فوج اور پولیس۔
- تفتیش واحتساب۔
- افتاء۔
- اوقاف وعطیات۔
- امور خارجہ۔
- نظارات نافعہ۔
- تعلیم ومذہبی امور۔

آپ نے ان اداروں کی تنظیم وتشکیل کی اور ان کو مرکز سے بڑھا کر صوبوں تک پہنچانے کی کوشش کی۔ ان کے رخ کو درست کرنے کے لیے ہمہ وقت ان کی خبر گیری فرمایا کرتے رہے۔ ان کے عہدے داروں کی تقرری خود فرمایا کرتے اور انہیں مرکز کے تابع رکھنے کی کوشش کرتے۔ حسب ضرورت ان کے لیے ہدایات اور رہنمائی فرمایا کرتے تھے جیسے ماقبل میں گزرا کہ اعلی عہدے داروں کے لیے حج کے موقع پر حاضر ہونا ضروری قرار دیا تاکہ ان سے پوچھ گچھ ہو سکے۔ کوفہ میں پہلے سعد بن ابی وقاص کو گورنر بنایا پھر ان کی جگہ عمار بن یاسر کو، ان کے استعفا کے بعد جبیر ابن مطعم کو اور پھر مغیرہ بن شعبہ کو گورنر بنایا جو آپ کی وفات تک کوفہ کے گورنر رہے۔[17] اداروں کے قیام میں سیدنا فاروق اعظم کی جہان دیدہ صلاحیت اور دانشمندی یہ تھی کہ عوام کے مفاد اور ضروریات کو سمجھ کر اس کے مطابق اداروں کا قیام عمل میں لائے۔ انتظامی بنیادوں پر اس قدر گرفت تھی کہ ان اداروں کو براہ راست خود چلاتے، ان کی معلومات رکھتے، عہدے داروں کا تقرر فرماتے اور وقتاً فوقتاً ان کا جائزہ بھی لیتے رہتے۔

معاشی اولیات واجتہادات

معاشی استحکام کے بغیر کسی بھی ریاست کا استحکام ورسوخ بے معنی ہوتا ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اجتہادات معاشیات کو بھی محیط تھے۔ جس طرح آپ ایک کامیاب حکمران اور منتظم تھے ویسے ہی بہترین معیشت دان بھی تھے۔ آپ نے خود جابیہ کے مقام پر ارشاد فرمایا:

مَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْقُرْآنِ، فَلْيَأْتِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْفَرَائِضِ فَلْيَأْتِ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْفِقْهِ، فَلْيَأْتِ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْمَالِ فَلْيَأْتِنِي؛ فَإِنَّ اللَّهَ جَعَلَنِي لَهُ خَازِنًا وَقَاسِمًا۔[18]

جسے قران سیکھنا ہو وہ ابی بن کعب کے پاس چلا جائے، جسے فرائض یعنی علم المیراث سے متعلق کچھ پوچھنا ہو وہ زید بن ثابت کے پاس چلا جائے، جسے فقہ کے بارے میں معلومات چاہیے ہوں وہ معاذ بن جبل کے پاس چلا جائے، اور جسے مالی امور سے متعلق معلومات چاہیے ہوں وہ میرے پاس آجائے۔

آپ کے معاشی ماہر ہونے کا اندازہ دو باتوں سے ہوتا ہے:

- اول یہ کہ عہد جوانی میں قدم رکھتے ہی آپ نے تجارت کے پیشے کو اختیار کیا تھا۔ اس زمانے میں تجارت کی خاطر شہر در شہر خاک چھاننی پڑتی تھی۔ لوگ خود تجارت نہیں کر پاتے تو اپنے اموال کامیاب تاجروں کے سپرد کر دیتے اور وہ کامیابی سے نفع کما کر ان کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔
- دوم یہ کہ ایسی ریاست جو 22 لاکھ مربع میل پر قائم تھی اس میں ان گنت اداروں کا قیام عمل میں لانے کے بعد ساڑھے دس سال تک زمام اقتدار کو کامیابی سے تھامے رکھنا، اس دوران ایک لمحہ بھی ایسا نہ گزرا ہو کہ جس میں ریاست مالی طور پر کمزور ہوئی ہو، مزید بر آں بیت المال اس زمانے میں انتہائی مالدار شعبہ شمار ہوتا رہا اور پھر نظام ہائے ریاست میں ملازمین کی تنخواہوں کی ادائیگی میں تاخیر نہ ہونا، معاشرے کے کسی فرد کا بے روزگار نہ ہونا اور ہر گھرانے کا خوشحال زندگی بسر کرنا آپ کی بہترین معاشی پالیسی کی بدولت تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے زیر تربیت رہنے کی وجہ سے آپ معاشی اعتبار سے انتہائی ماہر ہو چکے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے معیشت کے اعتبار سے بہت سارے اقوال اور فرامین ارشاد فرمائے تو یقیناً فاروق اعظم کتاب و سنت کی اس روح کو بھی اپنے اندر سموئے ہوئے تھے، پھر فہم و دانش اور اجتہادی صلاحیتوں نے آپ کی معاشی پالیسیوں کو نکھار کر امت کے سامنے رکھ دیا۔ اتنی بڑی ریاست کو منظم انداز سے چلانا ہی اس بات کی علامت ہے کہ آپ مدبر اور کامیاب حکمران ہونے کے ساتھ ساتھ کامیاب معیشت دان بھی تھے۔ معاشی اصلاحات اور ریاست کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے آپ کے اقدامات اجتہادی دانشمندی کا ثبوت ہے۔

معاشیات سے متعلق آپ کے چند ایک اجتہادات واولیات درج ذیل ہیں:

- بیت المال
- تقسیم وظائف
- کفالت عامہ
- ٹیکس اور عشور

بیت المال

سیدنا فاروق اعظم کی اولیات میں بیت المال کو جدید خطوط پر قائم کرنا سر فہرست ہے۔ آپ سے قبل بیت المال موجود ضرور تھا لیکن اس کی کوئی دفتری وانتظامی شکل نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اموال اسی وقت تقسیم ہو جاتے تھے اور بیت المال میں کچھ بھی باقی نہ رہتا۔ جبکہ آپ نے بیت المال کو ریاست میں قائم کر کے ایک تاریخی عمل سر انجام دیا جو آپ کے معیشت دان ہونے کی بہترین مثال ہے۔ آپ سے قبل ریاست اس ترقی تک پہنچ ہی نہیں پائی تھی کہ وہ اس ادارے کا قیام عمل میں لاتی بلکہ بقدر ضرورت مال ہوتا اور وہ تقسیم ہو جاتا البتہ کسی خاص مرحلے پر مال کی ضرورت ہوتی تو رسول اکرم ﷺ اعلان فرما دیا کرتے تھے اور مخیر حضرات اپنے اموال سے تعاون کرتے جیسا کہ غزوہ تبوک کی مثال سامنے ہے۔ سیدنا فاروق اعظم کے زمانے میں ریاست سیاسی اور معاشی طور پر انتہائی مستحکم ہو چکی تھی اور فتوحات کے ذریعے ٹیکس اور دیگر مدات سے مال بکثرت جمع ہو رہا تھا جس کے انتظام و انصرام کی اشد ضرورت تھی۔ آپ کی کامیاب معاشی پالیسیوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ بر سر ممبر ارشاد فرمانے لگے:

عن سلمان أن عمرقال له:أملك أناأم خليفة؟فقال له سلمان:إن أنت جبيت من أرض المسلمين درهماأوأقل أو أكثر ثم وضعته في غير حقه فأنت ملك غير خليفة.فاستعبر عمر.[19]

سلمان روایت کرتے ہیں کہ عمران سے کہنے لگے کہ: مجھے نہیں معلوم کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ، اگر بادشاہ ہوں تو یہ امر عظیم ہے تو کسی نے اس پر جواب دیا کہ دونوں میں فرق ہے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا فرق ہے؟ اس نے جواب دیا کہ خلیفہ ناحق کچھ نہیں لیتا اور خلاف حق خرچ نہیں کرتا، جبکہ بادشاہ زبردستی وصول کرتا ہے اور ذاتی مفاد اور ذاتی مرضی سے خرچ کرتا ہے تو اس پر آپ خاموش ہو گئے۔

گویا آپ کے دور میں عوام الناس کے ذہنوں تک میں یہ بات موجود تھی کہ آپ معاشی طور پر انتہائی ماہر ہیں۔ اموال کو درست طریقوں سے حاصل کرتے ہیں اور درست راستوں پر انہیں خرچ کرتے ہیں۔ اسی سے آپ کی کامیاب معاشی پالیسیوں کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ عوام الناس بھی اس کا شعور رکھتے تھے۔

کفالتِ عامہ

کفالتِ عامہ سے مراد دارالاسلام کی حدود میں بسنے والے ہر انسان کی زندگی کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام کرنا ہے۔ یہ اہتمام اس درجے تک ہو کہ ریاست کا کوئی فرد اس سے محروم نہ رہے۔ ان بنیادی ضروریات میں غذا، لباس، مکان، علاج و تعلیم شامل ہے۔ نیز ہر وہ ضرورت بھی شامل ہے جس کی تکمیل پر کسی انسانی زندگی کی بقا منحصر ہو۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبل کفالت عامہ کا تصور کسی بھی ریاست یا حکومت میں شامل نہ تھا۔ آپ کی اجتہادی دانشمندی نے اس سلسلے کو ریاست کا بنیادی حصہ بنا دیا۔ اس میں جو حکمت و بصیرت نظر آتی ہے وہ یہ کہ ریاست اگر فرد کی ذمہ داری نہ اٹھائے تو وہ کسی ایسے راستے کو اختیار کر سکتا ہے جو ریاست اور عوام کے حق میں مفید نہ ہو۔ اس پیش آمدہ نقصان سے حفاظت کی خاطر آپ نے اس کو ریاست کا بنیادی مقصد بنا دیا۔ خود سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بار خلافت کو اٹھایا تو اس موقع پر ایک دعا کی تھی:

اللّٰهُمّ إنّي شديد فلَيّنّي وإني ضعيف فقوّني وإني بخيل فسَخّني۔[20]

اللہ میں سخت ہوں تو مجھے نرم کر دے، میں کمزور ہوں مجھے طاقتور کر دے، میں بخیل ہوں مجھے سخی کر دے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس دعا نے بعد از خلافت ان پر اثر کیا اور انہوں نے اس چیز کو اپنی زندگی اور ریاستی معاملات میں لازم کر دیا کہ ریاست ہر شخص کی ذمہ داری اٹھائے گی خصوصاً ان لوگوں کی جو ہر لحاظ سے کمزور ہیں ان کا معاش ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس کے علاوہ مختلف روایات اس بات پر شاہد ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے آپ کو مختلف اوقات میں اموال عطاء فرمائے کہ آپ ان کو تقسیم فرمائیں۔ آپ نے انہیں بعینہ ویسے تقسیم فرمایا جیسے رسول اللہ ﷺ کا حکم تھا۔ یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ تربیت نبوی ﷺ اور اجتہادی بصیرت نے آپ کو ان امور پر مجبور کیا کہ جو آپ سے قبل کسی اور نے سرانجام نہیں دیے۔

وظائف

عہد خلافت راشدہ میں معاشی اصلاحات کی بنیاد بیت المال ہوا کرتا تھا جہاں زکوۃ، غنائم، ٹیکس، عشور، جزیہ، خراج اور اس جیسے دیگر اموال جمع ہوتے تھے۔ ان اموال کی جمع خرچ ایک مکمل نظام کی طلبگار تھی جسے آپ نے باقاعدہ طور پر قائم کیا اور مستقل بنیادوں پر وظائف کا اجرا کیا۔ آپ سے قبل مستقل طور پر وظائف کا اجرا کسی نے نہیں کیا تھا۔ یہ آپ کی اجتہادی بصیرت اور اولیات میں شامل ہے۔ اس منفرد نظام کا آغاز سن 20 ہجری میں ہوا۔[21] آپ کی ریاست کا یہ پہلا سال تھا جس میں باقاعدہ وظائف کے لیے دیوان مقرر ہوا اور رجسٹروں میں ان کا اندراج ہوا اور اس سلسلے کا یوں آغاز کیا کہ کوئی بھی اس سے محروم نہ رہے۔ اس سلسلے میں ایک بہترین واقعہ جو کہ ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ہے:

لمّا خرج العطاء أرسل عمر إلى زينب بنت جَحْش بالذى لها، فلمّا أُدخل عليها قالت: غَفَرَ الله لعمر، غيرى من أخواتى كان أقوى على قسم هذا منى. قالوا: هذا كلّه لك. قالت: سبحان الله! واستترتُ منه بثوب وقالت: صُبّوه واطرحوا عليه ثوبًا. ثمّ قالت لى: أدخلى يدك فاقبضى منه قبضة فاذهبى بها إلى بنى فلان وبنى فلان، من أهل رَحِمها وأيتامها، حتى بقيت بقيّة تحت الثوب، فقالت لها برزة بنت رافع: غَفَرَ الله لكِ يا أمّ المؤمنين! والله لقد كان لنا في هذا حقّ. فقالت: فلكم ما تحت الثوب. فوجدنا تحته خمسةً وثمانين درهمًا. ثمّ رفعت يدها إلى السماء فقالت: اللهمّ لا يدركنى عَطاء لعمر بعد عامى هذا. فماتت. قال عبد الوهّاب في حديثه: فكانت أوّل أزواج النبيّ، ﷺ، لحوقًا به۔[22]

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش کی خدمت میں عمر کی جانب سے ان کے حصے کا مال پہنچا تو فرمانے لگیں: اللہ امیر المومنین کی مغفرت فرمائے، میری سہیلیوں اور ساتھیوں میں سے ایسی ایسی بھی ہیں جو اس مال کی تقسیم مجھ سے زیادہ آسانی سے کر سکتی ہیں۔ انہیں بتایا گیا کہ یہ سارے کا سارا مال تنہا آپ ہی کا حصہ ہے۔ یہ سن کر انہوں نے اسے رکھنے کا حکم دیا چنانچہ اسے وہیں انڈیل دیا گیا۔ آپ نے ایک کپڑے سے ڈھانک دیا اور پاس موجود ایک صاحبہ برزہ بنت نافع سے فرمایا: اپنا ہاتھ اندر ڈالو اس میں سے ایک مٹھی لو اور اسے فلاں فلاں کی اولاد کے پاس لے جاؤ، جو ان کے قرابتدار اور یتیم تھے ان کو انہوں نے تقسیم کیا۔ کپڑے کے نیچے کچھ بچ گیا تو برزہ بنت نافع نے کہا: ام المومنین اس میں سے کچھ ہمارا بھی حق ہے۔ انہوں نے فرمایا: اچھا اس کے نیچے جو کچھ ہے تم لوگوں کے لیے ہے۔ کپڑا کھولا گیا تو اس میں سے 8 درہم نکلے۔ پھر انہوں نے اسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور کہا: اے اللہ! اس سال کے بعد مجھے عمر سے کوئی عطا نہ ملے ایسا ہی ہوا اور ان کی وفات ہو گئی۔

اس واقعے سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وظائف کا یہ سلسلہ ہر فرد تک پہنچایا گیا اور ہر فرد اس سے مستفید ہوا۔ یہ انتہائی منظم نظام تھا جو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قائم کیا۔

نظام ٹیکس

سیدنا فاروق اعظم کا قائم کردہ نظام ٹیکس اس قدر منظم تھا کہ دور جدید میں بھی اتنا منظم نظام قائم نہیں ہو سکا۔ قومی آمدن کا سب سے بڑا اور بنیادی ذریعہ ٹیکس ہوا کرتا ہے اور بہت سارے انفرادی اور اجتماعی امور جو فرد واحد کے لیے کرنا ممکن نہیں ہوتے ریاست اسی آمدن کے ذریعے سے ان امور کو سر انجام دیتی ہے۔ محصولات، عشور، ضرائب، جزیہ اور خراج وغیرہ جو رسالت مآب ﷺ نے مقرر فرمائے تھے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں نہ صرف جاری رکھا بلکہ منظم کر کے ایک مکمل ریکارڈ کے تحت انہیں وصول کیا۔ اسی طرح اس کے خرچ کو بھی مکمل ریکارڈ رکھتے ہوئے منظم انداز سے قائم کیا۔ یہی ٹیکس کے بنیادی ذرائع تھے جنہیں آپ نے سب سے پہلے مقرر فرمایا۔ ریاستی ملازمین کی تنخواہیں اور دیگر امور جو انفرادی اور اجتماعی طور پر فرد واحد کے طاقت سے باہر تھے ریاست کے ذمے ان کاموں کو ان ذرائع سے مقرر فرمایا۔ اس سے قبل بھی یہ تمام چیزیں حاصل ہوا کرتی تھیں لیکن ریاست کی طرف سے ان کا منظم انداز اور ریکارڈ موجود نہیں تھا۔ ٹیکس کی آمد وخرچ کا باقاعدہ منظم نظام بھی معاشیات کے باب میں آپ کے اولیات میں شمار ہوتا ہے۔

حاصل بحث

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زبردست اجتہادی بصیرت سے نوازا تھا جو عملی زندگی کے ہر پہلو میں نمایاں نظر آتی تھی۔ آپ اسلام کی روح، مزاج اور مقاصد ومصالح کو وسیع تر تناظر میں دیکھنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ مسائل کے ادراک اور معاملہ فہمی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ ہر انفرادی واجتماعی مسئلے کی بنیاد کو سمجھتے ہوئے اس مسئلے کو حل کر کے عوام الناس کے سامنے پیش کر دیتے تھے۔ آپ نے شورائی اجتہاد کو رواج دیا اور اسی سے متعلق اپنی پالیسیاں واضح کیں۔ اس لیے آپ کے عہد میں کیے جانے والے تمام کاموں کو اجماعی حیثیت حاصل ہے۔ آپ ایک عادل حکمران تھے جنہوں نے اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جہاد کیا، ٹیکس اور جزیہ وصول کیا، ناقابل یقین فتوحات حاصل کیں اور اسلام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ نے عوام الناس کی فلاح وبہبود کے لیے بہت سارے اداروں کو منظم کر کے ان کی بنیاد رکھی۔ بہت سارے کاموں کا آغاز کیا جو آپ کے اولیات میں شامل ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی روح کو سامنے رکھتے ہوئے تعلیمی تربیتی، اور ابلاغی ذرائع کو رسول اکرم ﷺ کے طریقے پر استوار کیا۔ چند بنیادی اوصاف آپ میں ایسے تھے کہ جنہوں نے آپ کی اجتہادی بصیرت کو اولیات کی صورت میں خوب ظاہر کیا:

- **جدت پسندی:** اس کا بنیادی محرک تربیت نبوی ﷺ تھی۔ آپ نے اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے مطابق اسلام کو جدید انداز میں پیش کیا۔
- **دور اندیشی:** یہ آپ کا بنیادی وصف تھا۔ اپنی بصیرت کے ذریعے جن امور کو سر انجام دیتے ان میں مستقبل میں اثرات پر ضرور نظر ہوتی۔
- **فلاح عامہ:** آپ کے کل دور خلافت کو دیکھا جائے تو آپ کے ہر کام میں فلاح عامہ لازماً پیش نظر رہتی۔ آپ کی اولیات کی خصوصیت بھی یہی تھی کہ ان امور کے ذریعے آپ نے عوام کی فلاح کو ترجیح دی۔
- **شرعی مصالح اور حکمتوں کا تحفظ:** آپ الہامی فراست اور اجتہادی بصیرت کی وجہ سے شریعت کی روح، اس کے مقاصد اور اس کے وسیع تر مصالح کو خوب سمجھتے ہوئے امور سر انجام دیتے تھے۔

- **شورائی اجتہاد:** آپ ہر معاملے میں اصحاب حل و عقد کو شامل فرماتے، ان سے مسائل کے حل پر گفتگو کرتے۔ اس بنا پر آپ نے ایک ایک کامیاب حکمران کے طور پر حکومت کی اور کسی نے بھی آپ کے فیصلوں پر اختلاف کی جرات نہ کی۔

عصر حاضر کے مسائل کو حل کرنے کے لیے امراء اور سلاطین کے لیے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مندرجہ بالا اوصاف کو اپنانا انتہائی ضروری ہے تاکہ ریاستی ترقی کو انہی خطوط پر استوار کیا جائے جن خطوط پر رسول اکرم ﷺ اور اس کے بعد خلافت راشدہ میں سیدنا فاروق اعظم عمل پیرا رہے۔

حوالہ جات وحواشی

1 ابن سعد، محمد بن سعد الہاشمی، **الطبقات الکبریٰ**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1990ء)، 3/207-208۔

2 ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، **البدایۃ والنہایۃ**، (قاہرۃ: دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع، 2003ء)، 11/158۔

3 ایضاً، 7/45۔

4 الحاکم، ابو عبد اللہ نیشاپوری، **المستدرك على الصحيحين**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1990ء)، 3/87۔

5 المتقی الہندی، علی بن حسام الدین، **کنزالعمال في سنن الاقوال والافعال**، (دمشق: مؤسسۃ الرسالۃ، 1981ء)، رقم الحدیث: 29554۔

6 ایضاً۔

7 ایضاً۔

8 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، **السنن**، (بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1996ء)، ابوب السیر عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی کراہیۃ المقام بین اظہر المشرکین، رقم الحدیث: 1606۔

9 ایضاً۔

10 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (دمشق: دار ابن کثیر، 1993ء)، کتاب الحدود وما یحذر من الحدود، باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت، رقم الحدیث: 6830۔

11 ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، **کتاب الخراج**، (قاہرۃ: المکتبۃ الازہریۃ للتراث، سن ندارد)، ص 23۔

12 ابن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، 3/282۔

13 المحمصانی، صبحی، ڈاکٹر، **فلسفہ شریعت اسلام**، (لاہور: مجلس ترقی ادب، 1955ء)، ص 294۔

14 ابن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، 2/236۔

15 ایضاً، 3/206؛ البلاذری، احمد بن یحیٰ، **فتوح البلدان**، (بیروت: دار و مکتبۃ الہلال، 1988ء)، ص 395۔

16 البلاذری، فتوح البلدان، ص 274۔

17 الطبری، محمد بن جریر، **تاریخ الرسل والملوك**، (قاہرۃ: دار المعارف 1967ء)، 4/139۔

18 ابو عبید، القاسم بن سلام، **کتاب الاموال**، (بیروت: دار الفکر، سن ندارد)، ص 285۔

19 ابن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، 2/233۔

20 ایضاً، 3/455۔

21 الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد، **الاحکام السلطانیۃ**، (مصر: مطبعۃ المحمودیۃ، 1951ء) ص 200۔

22 ابن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، 10/106۔